

دل بہلاؤ

۲۵
محبت الارشاد جناب معالی القاب ذوالفقار گورنر بہار دہلی
و ہندوستان صاحب از کثرت آف سبک انگریزین بہار ..

مالک مغربی و شمالی
واسطے استعمال مکاتیب سرشتہ تعلیم کے مطابق
ہنری کاریگر صاحب بہادر کثرت و کثرت بہار
بابوشیو پر شاد نے
تالیف کی

الہ آباد
گورنمنٹ پریس میں چھاپی گئی
۱۹۰۶ء



تیسری دفعہ ۵۰۰۰ جلد
قیمت فی جلد ۱۲ پائی
Existence & All Copies
per copy 3/4 Annas

دل پہلاؤ

پہلا حصہ

اندھوں کے پڑھنے کا طریقہ

انگلستان کی ولایت میں اندھے بھی جاپاڑ اور اہم سب درمیان میں رہتے ہیں۔ ان لوگوں کے پڑھنے کے واسطے وہاں ایک جدا دروسہ یا ہی سکول ہے۔ اس میں ہر گاہ کہ اندھے لڑکے کتاب کیونکر پڑھ سکتے ہیں اور کس طرح حرف پہانتے ہونگے کیسے لایٹ میں ان کو پڑھنے کے واسطے کتابیں طیار کرنے کی ایک نئی ترکیب ایجاد ہوئی ہو یعنی اس کتاب کے حرف اونچے اونچے ابھرے ہوئے دھتے ہیں ربط ہو جانے سے وہ اندھے آدمی ان حرفوں کو ہاتھ سے چھوتے جانتے ہیں اور اس کتاب کا مضمون بخوبی تمام پڑھتے چلے جاتے ہیں بلکہ انکے لیے اس طرح کا ایک اخبار بھی جاری ہو دیکھو انگلستان میں اندھے بھی علم سے خالی نہیں رہتے اگرچہ خدا نے انھیں ظاہری آنکھیں نہیں دی ہیں لیکن باطنی آنکھ انکی کھلی ہوئی ہو افسوس آتا ہے کہ جو اپنے ہندوستان کے آدمی پر کہ اندھے تو کیا یہاں آنکھ والے بھی نہیں پڑھتے باوجودیکہ خدا نے انکو ظاہر میں ٹی بڑی آنکھیں دی ہیں مگر جب بھی ملن میں انکی پٹھو گئی

ہی سچ ہی جب تک علم کا سورج روشن نہیں ہوتا تب تک آدمی کے دل میں گویا اندھیر
شیریں کی طرح اندھیرا پڑتا رہتا ہے :

اندھوں کو آنکھ ملنا اور جاہلوں کو علم حاصل ہونا

بہت روز سے ہمارے دل میں خیال ہا کرتا تھا کہ جو لوگ مادرِ زاد اندھے پیدا ہوتے
ہیں ان کے دل میں اس دنیا کا خیال کیا گزرتا ہو گا اور ان کو سورج و سفید اور سیاہ اور زرد رنگ کا
و حیان کیا بندھتا ہو گا وہ لوگ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ اندھے اور آنکھ والے میں فرق
کیا ہی پس کسی کے سمجھانے سے اس اندھے کے دل میں کمی نہ پڑے کہ وہ اس طرح پر پڑے
بلکہ اگر ایسے آدمی کی آنکھ کسی طور سے درست بھی ہو جاوے تب بھی کیا رنگی وہ اس کے
سے دیکھ کر پہچان نہیں سکیگا کیونکہ اس کو تو ہر ایک چیز جو کہ اندھوں کی آدمی کی آواز سے کہہ
کی عادت پڑی ہوئی ہے چنانچہ لاکھ صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی اندھے
مادرِ زاد کی آنکھیں کھل جائیں اور اس کے سامنے ایک ہی دھات کی دو چیزیں ایک گول
و دوسری پٹی لٹری جاوے تو جب تک کہ وہ ان کو اپنے ہاتھ سے نہ چھو گیا تب تک ہرگز
ان کا فرق نہیں بتا سکیگا لیکن اب جو ایک انگریزی کتاب میں انگریز صاحب لکھا ہو
ایک اندھے کا حال دیکھنے میں آیا تو اس سے بخوبی دل کر دیتا ہو گیا کہ اندھے مادرِ زاد
کو ہنسے دنیا کا کچھ سیلاب بھی نہ کیا ہو آنکھ کھلنے پر بھی اس جہاں کا رنگ رنگ کا پتلا
سمجھ میں نہ آوے گا صاحبِ مہرِ صوف حال اس اندھے کا اس وضع سے بیان کرتے ہیں کہ اس
شہر میں ایک بڈت جسکی عمر اٹھارہ برس کی ہوگی اپنی ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا

جب اُس نے کہا گیا کہ تم اپنی آنکھیں بند کرو تو اس نے انکار کیا کیونکہ وہ بہت کمزور نہ جانتا تھا کہ
 آنکھوں کے درست ہونے سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہوگا اور نہیں سمجھتا تھا کہ کچھ آرام بھی لیجا بلکہ
 اُس کے دل میں تو بہت سی باتیں تھیں کہ شاید ڈاکٹر صاحب کی دوا سے کچھ میں کچھ رہنمائی
 ہو جائے غرض لوگوں کے بہت سے کہنے سننے سے اُس نے آخر کو منظور کیا اور ڈاکٹر صاحب
 کچھ قطرے بتی ڈنکے جو ایک انگریزی دوا کا نام ہے اُسکی آنکھ میں بچا دیئے اگرچہ اسوقت تو
 کچھ روز نہیں معلوم ہوا لیکن پیچھے سے اُسکی آنکھیں کچھ سوج گئیں چنانچہ اسے دس دن تک
 لیٹی ٹیڑھی اور کئی روز تک اُسکی آنکھ میں پٹی بندھی یہی سات آٹھ دن کے بعد جب اُسکی آنکھ اچھی
 ہو گئی اور پٹی کھلی تو بت سی چیزیں ہر ایک رنگ کی اُسکے سامنے دکھ دیں اگرچہ وہ انکو آنکھوں سے
 دیکھتا تھا لیکن توجہ بھی جب تک ہاتھ سے چھو تا پہچان نہیں سکتا جب وہ دروازے کے باہر جانا
 چاہتا تو اسکو ہاتھ سے ٹھول لیتا تب جانتا کہ دروازہ ہی پر دروازہ ہر ایک چیز کا نام لکھا اور
 دن پر دن معلوم کرتا جاتا تھا کہ اس رنگ کا نام کالہ ہے اور اسکو جلد کہتے ہیں اسے ہر روز
 اور اسے وہ پکارتے ہیں ایک دریا کی صورت میں شال اور اٹھ کھڑی تھی اس نے آنکھ سے
 اسے دیکھ کر رنگ تو پہچان لیا کہ لال ہے مگر شال جب تک ہاتھ سے نہ چھوئی تب تک نہیں سمجھا
 کہ شال ہی پانچ سات روز کے بعد جب وہ پھر ڈاکٹر صاحب کے پاس آیا تو اس صے میں بہت سی
 چیزوں سے واقف ہو گیا اور تیرہ سوچو پایا لپاتی بھیل درخت لکھی تو ایدنی جو پیر ڈاکٹر صاحب نے
 اُسکو دکھلائی سیکے نام اُسے بتلا دیے لیکن جیسے پڑھی ایسی بہت سی چیزیں باقی رہ گئیں کہ انکا
 نام نہیں جانتا تھا خصوصاً اُن چیزوں کی لبان چوڑاں چکنا ہٹ اور کھائی تو بغیر ہاتھ سے
 چھوئے نہیں بتا سکتا ۛ

مرد ہماری اس لکھنے سے یہ نہ ہو کہ جس طور سے اندھا مادر زاد اپنی آنکھیں درست
 ہو چکا فائدہ نہیں جانتا اور جب تک اپنی آنکھوں کو درست نہ دیکھ لے تو تک اُس کے
 لطافت سے اٹھ نہیں ہوتا اسی طرح سے جاہل لوگ بھی ہرگز یہ نہیں جان سکتے کہ علم
 حاصل کر سنے کیا پھل دیتا ہی بلکہ سب بات سے بھی نہیں بخت ہوتے کہ علم کیا چیز
 اور کیا ہوتا ہی اُن لوگوں کو حصول علم کا فائدہ سمجھنا ویسا ہی ہے جیسے کسی اندھے مادر زاد کو
 ہیرے اور لال کا فرق سمجھنا غرض جسے کبھی کچھ پڑھا نہیں اُس کو پڑھنے کا فائدہ و نشین کرنا
 بہت مشکل ہی جس طرح مادر زاد اندھا آنکھیں ہو چکا فائدہ نہ چاکر دوا لگانے کے دورے دیتا
 اسی طور سے یہ جاہل لوگ بھی حصول علم کے فائدے سے ناواقف ہو کر اُسکی نعمت اور
 خیر سے دہشت کھاتے ہیں ہماری صلاح اُن لوگوں کے واسطے یہی ہے کہ جس طرح
 تحصیل علم میں کوشش کریں اور جہاں تک ممکن ہو سکے اپنا دل اُس میں لگا دیں اگرچہ
 ابھی تو ہماری صلاح اُن لوگوں کو بہت بُری اور کڑوی بلکہ بہر معلوم ہو گی لیکن وہ لوگ اگر ہمارے
 خاطر سے کچھ حاصل کریں تو پھر ہر طرح سے شکر گزار رہیں گے جس طور سے وہ اندھا اُس کا کٹر
 کا ذکر کر رہا ہو گیا۔

وقت کا نقصان اور مروت کی یاد

آجی کو چاہیے کہ اپنا ہر ایک فن اور ہر ایک کھڑی باجھ کا نام میں صرف کیا کرے کہ کو
 نام نہ ہو اور نہ وقت اور ہر روز پہلے دن کی بہ نسبت کافی نی پیر کچھ نہ کچھ حاصل کرے
 کہ اگر ایسا نہ ہو روز چھپے ہی دن کے برابر ہو گا اور کسی فائدے سے میرا ہر دن نہ لے گی اور یہی ہے کہ
 رہا ہے اندھا ان بن گیا اور اب اس کا ہر ایک فن اور ہر ایک کھڑی باجھ کا نام میں صرف کیا کرے کہ کو

میں سمجھا ہوں یعنی جس آدمی کے دوزخ پر رہیں اُس شخص کا نقصان ہو گا کیونکہ
 اُس کا وہ دن ناحق مفت میں گزرا اور اب اگر انسان فراموش کر کے اپنے دل میں دیکھ لے تو اُس کو
 بخوبی دریافت ہو جاوے گا کہ یہ وقت کا نقصان کتنا نقصان ہے اگر سچ بچھو تو وقت کا ایک
 لمحہ بھی گنول کہا جا سکتا ہے کیونکہ جب آدمی کا آخر وقت آن پہنچتا ہے اور وہ مرنے لگتا ہے
 تو تمام دنیا کی بادشاہت دینے سے بھی زندگی اُس کی ایک پل بھر نہیں بڑھ سکتی کیا انسان کا
 مقام ہے کہ انسان ایسی نخل خیز کو ایسی غفلت سے برباد کرے کہ گویا اُس کو اپنی موت کی خبر بھی
 نہیں ہے دیکھو جس دوزاکی سالگرہ کا دن آتا ہے وہ لگ لگ اور تماشاً دیکھتا ہے اور بڑی بڑی شیا
 مناتا ہے اگر اُس کو یہ معلوم ہوتا کہ اُس دوزیری موت کا لشکر ایک منزل آوے بھی نزدیک اُن پر چھا
 تو کیونکر نہ ایک کوئی میں بیٹھ کر دتا اور اپنے گئے وقت پر افسوس کھاتا عرض کرتا اگر انسان
 کو یاد رہے تو کبھی اُس سے کوئی بُرا کام نہ ہو سکے جس وقت افلاطون مرنے لگا تو اس طرح نے
 عرض کیا کہ آپ مجھ کو چھپتے ہو کہ بے افلاطون نے جواب دیا کہ میں نے چار لاکھ تین
 نصیحت کی جمع کی تھیں اُس میں سے ہر ایک پتھر اس وقت تک ہے کہتا ہوں اُس چار میں سے
 بھی موت تو یاد رکھو کہ میں اور وہا میں بھول جاتے کہ میں بھی آدمی کہ اپنی موت اور اپنا
 پیدا کرنا لامالک یہ دونوں جہت یاد رکھنا چاہیے اور یہی جو خود کسی دوسرے کے ساتھ
 اور یہی جو کوئی دوسرا ہے ساتھ کہ یہ دونوں جہت یاد رکھنا چاہیے نہ کہ ہمارے
 اس کام سے یہ کہ انسان اپنا وقت ناحق برباد کرے اور ہرگز نہ کہ نہ ہی بات کی کہ

فلاح علی محمد

سب لوگ خیال کر لیں کہ یہ سب باتیں کہ میں نے کہی ہیں یہ سب باتیں کہ میں نے کہی ہیں

نے قوت نامیہ یعنی بڑھنے کی طاقت صرف نباتات اور حیوانات ہی کو دی ہو اگر پتھر اور پتھر
 بڑھتا ہوتا تو یقین تھا کہ کسی زمانے میں دنیا پتھر اور پہاڑ سے بھر جاتی
 لوگ کہتے ہیں کہ نسبت عورت کے مرد کے بدن میں ایک پسی کم ہوتی ہو بلکہ اگر
 سے یہ نقل سننے میں آئی ہو کہ حضرت آدم نے اپنی ایک پسی نکال کر اس سے خواہی اپنی
 بی بی کو پیکار کیا اسی واسطے مرد کے بدن میں ایک پسی کم ہوتی ہو معلوم نہیں کہ کس صورت
 سے روتہ تک ایسی چھوٹی بات لوگوں کے دل میں جارہی انگریزی ڈاکٹروں نے اس بات کو
 بخوبی تحقیق اور ثابت کیا ہے کہ عورت اور مرد دونوں کے بدن میں برابر دونوں طرف بارہ بار
 پسلیاں چھوٹی ہیں پسینہ سات تو چھاتی کی ہڈی اور پٹھہ کی ہڈی دونوں سے ملی رہتی ہیں اور
 پانچ پانچ صرف پٹھہ ہی کی ہڈی سے لگی ہوتی ہیں ۛ

لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ دل آدمی کے بدن میں بائیں طرف ہوتا ہے لیکن یہ بات محض
 غلط ہے یہ تو انسان کی چھاتی کے بیچون بیچ رہتا ہے بلکہ اگر چھاتی کی ہڈی کے بیچون بیچ
 ایک لکیر کھینچ کر دل کو دو حصہ کریں تو نسبت بائیں طرف کے ذہنی طرف کا حصہ چھبڑا لگا
 مگر باعث بائیں طرف مشہور ہو نہ کیا یہ ہے کہ آدمی نسبت ذہنی طرف کے دل کا دھڑکا بائیں
 طرف بہت جلد معلوم کر لیتا ہے کیونکہ دل کا بائیں خانہ جس سے تمام بدن میں خون پھیلتا ہے
 بائیں طرف رہتا ہے ۛ

لوگ کہتے ہیں کہ اگر جلدی ہو لیکن حقیقت میں جلدی تو لکڑی ہو اگر کالیا جلیگا اور یہ بھی لوگ
 کہتے ہیں کہ اوس گتی ہو مگر جانا چاہیے کہ اوس اوپر سے نہیں گتی بلکہ نیچے سے اٹھتی ہو بلکہ
 زمین کے بخارات جو کہ جاڑوں میں بات کے وقت سردی سے آسمان کی طرف زیادہ چڑھتے ہیں

سکتے وہ زمین کے نزدیک ہی دو چار ہاتھ کی بلندی پر جہم کر پانی کی بوند نہ دھرتے ہیں اُسکو لوگ اوس اوشنم کہتے ہیں چنانچہ اگر چار پانچ ہاتھ اونچی کسبی خت کی ٹپنی میں کوئی رکابی کسی او چیز کو باندھ کر شام کے وقت لٹکا دیا جاوے تو صبح کو اُسکے نیچے اوس کے قطرے ٹپکے ہونے دکھائی دیوینگے اور پورا اگل خشک ہوگی *

مخل اور کفایت

ہیں دو چیزوں کا فرق معلوم کرنا بہت مشکل بات ہے ظاہر میں تو یہ دونوں چیزیں ایک ہی سی نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں ان دونوں چیزوں کے درمیان تفاوت اور صراف کی طرح زمین آسمان کا فرق ان پڑا ہوا کیونکہ مخل سے بڑا دنیا میں کوئی عیب نہیں ہے اگرچہ تمام مہر سے آدمی بھرا ہو لیکن جو وہ مخل ہو گا تو اُسکے سب مہر خاک میں بجا دیوینگے اور کفایت سے بہتر نہیں ان چیزوں کی دوسری چیز نہیں کیسی ہے آدمی کی شخصی کی کم کیوں نہ ہو اگر وہ کفایت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرے تو یقین ہے کہ اُسکے دل کو ہر دم آرام اور خاطر جمعی حاصل ہوگی پس جانتا چاہیے کہ مخل تو اُس آدمی کو کہتے ہیں کہ جو اپنے مال کو کبھی کسی کام میں خرچ کرنا نہ چاہے اور ہمیشہ ساق کی طرح اپنے خزانے پر بیٹھا رہے اور کفایت شعارہ شخص ہے کہ جو اپنا مال اُس کام میں لگاوے جہاں کارا بہت ہو اور پس سمجھنے کی بات ہے کہ مخل ہونیکے لیے تو انسان کو کسی طرح کی عقل اور ہوشیاری اور کار نہیں بلکہ جو لوگ نادان اور بیوقوف ہیں وہی اکثر نجوس اور کھمی جو پس ہو اکر تے ہیں لیکن کفایت شعارہ شخص ہو گا کہ جو نہایت عقل مند اور بڑا تیز فہم ہو کیونکہ اس بات کی تخیر کا ہونا کہ کون سے کام میں کس قدر مال خرچ کرنا چاہیے بہت مشکل ہے دیکھو کفایت شعارہ کی سوا کہ اپنی ہنگامی زبہاد کی کہ جو گورنر جنرل اس ملک میں آتا ہے وہ بھی ارادہ کرتا ہے کہ کسی تہذیب سے یہاں کے خرچ میں تخفیف کرے اور آمدنی بڑھائے

یعنی جو کام ایک رچنے میں نکلتا ہو سکودا بہ آئے میں نکالے اب غور کرنا چاہیے کہ اگرچہ
سے سرکار کی یہ ہوا نہیں کہ اس چار گنے کو اپنی گرہ میں باندھے بلکہ اہل غرض اس خراج
کے گھٹانے سے یہہ ہی کہ یہہ چار آئے کسی دوسرے اچھے کام میں لگایا جاوے اور دیکھو
راجا اور تیسوں کا کام جو دلا کھول دینے میں اور ہزاروں آدمی کے اگر کوئی اُن سے کچھ دو چار روپے
اسپتال غریب خانہ اسکول وغیرہ ایسے اچھے کام میں خرچ کر نیک واسطے کے تو بس ان کی جان
نکلتی ہی بلکہ سائنس بھی نہیں آتی۔

اچھی اصلاح

انسان کو چاہیے کہ جب تک کسی بات کی بُرائی بھلائی بخوبی دریافت نہ ہو جاوے تک
بھاگ کسی کی دیکھا دیکھی اسکو اختیار نہ کرے نہیں بلکہ آخر کو بہت حیران اور پریشان ہو جاوے چکا
نقل ہی کیا ایک چرخہ سے لدا ہوا کشتی کے پار تارتا تھا جبکہ بیچ دھار میں پہنچا تو اُسے ایک
خوط پانی پر ایسا لگایا کہ وہ تک بھیگ کر گل گیا اور اُسکی پیٹھی بکلی ہو گئی یہ ہوا جراتفاک ایک گھٹے
جسکی پیٹھی پر رونی لدی ہوئی تھی دوسرے دیکھا اور دیکھتے ہی وہ بھی ندی کے کنارے پہنچ چکا
جھٹ پٹ ندی میں کود پڑا اور خوط لگا کر چلنے لگا لیکن اُسکی پیٹھی بوجھ تو لگا ہوئی تھی عورتیں اس قدر
بھاری ہو گیا کہ وہ بوجھ کے مارے اُسی جگہ دب کر رہ گیا سقراط حکیم کا قول ہے کہ جس طرح لڑکی
کے وقت کو پاسوئے سے زیادہ کام آتا ہے اسی طرح عقل ہر وقت اور ہر حالت میں سونے
سے زیادہ انسان کے کام میں آتی ہے۔

ہوا کی صفائی

آدمی کی زندگی ہوا کی صفائی پر موقوف ہے اگر اسکو صاف اور تازہ ہوا دم لینے کے واسطے

یہی تو طبیعت کو فرشتہ اور دل کو طاقت حاصل ہوگی اور تندرستی بنی رہیگی لیکن جو یہ غلط ہوا
 سانس لو گیا تو اسی وقت گھبرا کر رہا ہو گیا جاننا چاہیے کہ جو ہوا آدمی کے منہ اور ناک کے
 اندر جاتی ہے وہ جب سانس کے ساتھ باہر آتی ہے تو پھر نرمی کثیف ہو جاتی ہے چنانچہ جب کسی
 چھوٹے مکان میں بہت سے آدمی جمع ہو جاتے ہیں اور تازی ہو آتے ہیں کوفی راہ
 نہیں رہتی تو ہر ایک شخص وہاں گھبرانے لگتا ہے بلکہ اکثر مریجی جایا کرتے ہیں بھلا چنگا آدمی ایک
 منٹ میں تنہا چٹھہ کھب کی ہوا دم لینے کے واسطے کھینچ لیتا ہے تازی ہوا میں تنو کے اندر
 ۳۳ حصہ کیسے کار ہوتا ہے اور ڈیڑ حصہ کار بونک ایسڈ کار ہوتا ہے لیکن جب آدمی اس ہوا سے
 دم لیکر ناک یا منہ کی باہر نکالتا ہے تو پھر تنو میں صرف گیارہ حصے کیسے کے رہ جاتے ہیں
 اور کار بونک ایسڈ اسٹھ حصے سے زیادہ ہو جاتا ہے اور اس کار بونک ایسڈ کا تنو میں ساڑھے تین
 حصے ہونے سے بھی وہ ہوا اس قابل نہیں رہتی کہ اس میں آدمی جی سکے اس لیے جس قدر درکار
 بلند اور لمبا چڑنا زیادہ ہوگا اور باہر سے تازی ہوا آئے نہ پاس نہ کے لیے جتنی کھڑکیاں اور
 سینے ہو گئے اسی قدر اس مکان کے دروازے والوں کو صحت اور تندرستی حاصل رہیگی اور ساتھ ساتھ
 ضرورت حال کھنا چاہیے کہ چھوٹے اور بڑے مکان میں بہت آدمی کی بیوی بچہ بھی نہیں مناسب ہے

جلد کسی بات پر اعتقاد لانا

دیکھو جو تعالیٰ نے کس طرح کا دل بے نزاعی کا بنایا ہے کہ اگرچہ کیسے ہی عجب کی بات ہے
 میں آئے مگر وہ اُس پر فی الفور اعتقاد لاتا ہے بلکہ حجاب جس قدر زیادہ قیاس سے بعید اور غفلت
 خارج ہو جاتی ہے تو اتنا ہی اُس کو وہ جلد یقین لگتا ہے اور یہی سبب ہے اس کا کہ اکثر عقائد لوگ جس قدر بڑا
 کسی چیز کا خلقت کی بنیاد سے سننے میں وہ دیکھنے یا آزمائش اور تحقیقات کے وقت

اُس قدر نہیں پائے کیونکہ جب کسی انجان آدمی کی عقل اصل حال کو دریافت نہیں کر سکتی سمجھ
 جو کچھ اُسکی طبیعت چاہتی ہو وہ اپنے دل میں یقین بنا کر غپ اُڑ گئے لگتا ہی اور خلقت اُسکو
 سچ جان لیتی ہی چنانچہ ایک صاحب اپنے سفر کا حال لکھتے ہیں کہ جب میں شیراز کو جاتا تھا تو
 قزاقوں میں سیر بات سنی گئی کہ یہاں سے پنج سات کو سیریاگ کا زونہ کسی شخص کو دوہ جاتو
 ایسے ہاتھ لگ گئے ہیں کہ بازو اور پائون اُسکے پر زون کے طور سے دو دو ہیں لیکن
 سر میں چند آنکھوں پر گوشت اور چہرے پر بڑی بڑی ڈاڑھیاں رکھتے ہیں اور زبان غلی
 بوتے ہیں مگر بولی انکی سمجھی نہیں جاتی اگرچہ میں تھکا ماتا تھا اور راہ بھی خوابا اور برف سے
 ڈھک رہی تھی لیکن مجھ کو ان جانوروں کے دیکھنے کا شوق ایسا ہو گیا کہ فوراً وہاں سے
 آدمیوں کو ساتھ لیکر اُس گاؤں میں جا پونچا جب وہ مکان جہین عربی خوان جانور بندھے
 کھولایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چڑا فیض مرغ کا جسکو یہاں کے جاہل پرہیز کرتے ہیں موجود
 ہی ماحول دلاؤۃ قل میں تو میں اُسکے دیکھنے کے واسطے اتنی تکلیف اٹھا رہا ہوں بہت
 شرمندہ ہوا بلکہ شہنشاہ لایا لیکن اُسوقت سوئے ہنس دینے کے کہ وہ کچھ نہ بن آیا۔
 اسی طور سے ہمنے ایک کتاب میں نقل دیکھی کہ ایک آدمی نے کو کون سے یہ بیان کرنا
 شروع کیا کہ میرے گھوڑے کے سر کی جگہ دُم ہو گئی ہی اور دُم کی جگہ سر لگ گیا ہی جسکو
 دیکھنا منظر ہر ایک پر بلائے تب دیکھنے پاو گیا لوگ یہ کہ چنبھے کی بات سنکر چاروں طرف سے دوڑے
 اور ایک ایک پورہ دیکھنے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اُس گھوڑے والے نے اپنے گھوڑے کی نہرین
 اٹکڑی کی رسی باندھ دی ہی اور اُسکے اٹکڑے کے دونوں بانوں میں پتھر بٹائی کی سی لکادی عرص
 سیکڑوں آدمی یہ تاشا دیکھنے کو آئے اور سیکڑوں پورے اُس گھوڑے والے کو دیکر قوت بکر چکے چل گئے

کچھ روز ہوئے کہ ایک آدمی لایت میں ایک مچھلی کے دھڑیل کسی دغن سے ایک بند
 ہا پر چوڑ کر بازار میں دکھاتا پھر کہ یہ جیل نالش ہی اور اسی فقرہ سے سیکڑوں دیکھ و معلوم کر
 سہ ماہ میں جن روزوں ملا ہو کر لڑائی و پیش تھی کوں شہر میں محرم کی دسویں تاریخ
 کو ریلہ کے اندوہام میں من کے وقت بازاروں نے غل مچا دیا کہ کھوئی فوج آئی یہ سنتے ہی
 کہ ریلہ کے سب دکاندار اپنی دکانیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور سب چھوٹے بڑے
 گھبراہٹ اور بدحواسی کے عالم میں چاروں طرف دوڑنے لگے یہاں تک لوگوں کے ہوش
 اٹھے کہ گھبراہٹ میں دوڑنے کے وقت دکانیں کھلی گئیں اور قرضے پانوں تلے ریز گئے
 تب بد معاشوں نے فرصت کا وقت پا کر بازار لوٹنا شروع کیا کسی نے میوے اور دودھ پیر
 چکے کسی نے کسی کے اسباب پر ہاتھ دوڑایا اور جو کچھ جس نے پایا لوٹ لیا۔

ایک انگریزی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنے ایک دشمن کے سونیکے مکان میں
 فسفر اس کے قلم سے جو موم کی شکل پر ایک شمع کی وہ اسی اور ہر ایک انگریزی آکر کے پاس ہوتا
 دیوار پر بڑے بڑے حروف سے یہ لکھ دیا کہ تاج بیشک مر جاوے گا جب چرخ روشن ہوگا
 فسفر اس کے حروف جیسا کہ اس کی خاصیت ہی کچھ بھی نہ کھلائی دے لیکن جو چرخ گل ہوا
 اس مکان میں ازھیرا ہو گیا اور اسی موم حروف سب آگ کے شعلے کی مانند چمکنے لگے اس گھر والے پر یہ
 حال دیکھتے ہی ایسی ہشت غالب ہوئی کہ پھر سانس بھی نہ لی اور اسی جگہ سر ہو کر مر گیا۔

اسی طرح فرنگستان میں ہنگری کے نزدیک کسی سردار نے جو ایک بڑے پراسے قلعہ
 میں رہتا تھا ایک وزیر اپنے دوستوں کی دعوت کی بات کو سونیکے وقت بیان کیا کہ اس قلعہ
 میں ایک گھر کے اندر کچھ بھوت کا انداز ہی ان مہاتوں میں ایک صاحب بڑا دلیر اور کڑا تھا۔

رات کو اُسی گھر میں سونا قبول کیا لیکن جب آدھی رات کا وقت آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ تین عورتیں
 سبز پوشاک پہنے ہوئے سامنے کھڑی گارہی ہیں اس صاحب نے دیکھ کر کہا کہ اسی گارہی
 میں خوب جانتا ہوں کہ تم جھکڑ لے کے واسطے یہاں آئی ہو پس بہتر ہو کہ جلد چلی جاؤ نہیں
 تو میں سپوتل مار بگا گروہ عورتیں گانے سے اذیت آئیں اور اس طرح گایا کہ تین تب اُسے
 پھر اُن سے وہی بات کہی اور وہم کیا کہ اب اگر پانچ منٹ کے اندر تم نہیں چلی جاؤ گی تو میں
 بیشک تمہیں سوتل چلاؤنگا لیکن جب بات پر بھی اُن عورتوں نے گانا بند نہ کیا تب اُس صاحب نے
 بھی غصے میں اُن کو اُن تینوں پر پیچہ چلا ہی دیا لیکن تماشے کی بات یہ ہو کہ اُن میں سے
 کسی عورت کو گولیوں کا اثر نہوا تب پھر صاحب نے غصہ کر کے چاہا کہ اُسے کھڑک پنے ہاتھ سے
 پکڑ لوں گے کہ تین میں فوراً وہ تینوں عورتیں نظر سے غائب ہو گئیں تب تو وہ صاحب اس بات
 سے بہت ڈرا اور ایک مہینے تک بیمار پڑا رہا لیکن آخر کہ جب اُسے معلوم ہوا کہ اُس مکان میں
 ایک کھوکھلا شیشہ لگا تھا اُسکے پیچھے ایک کوٹھڑی میں تین عورتیں گاتی تھیں اور انھیں کی
 پرچھائیں اُس آئینے کی تاثیر سے اس طرز پر ہونے کے مکان میں بکٹ پڑی تھی کہ وہ گویا سچ مح کی
 عورتیں معلوم دیتی تھیں ۛ

اب غور کرنا چاہیے کہ انگریزی جھگمکوں نے کس طرح کے تعجب کی ہزاروں دوا اور کیسے
 کیسے تماشے کے لاکھوں ایجاد کیے ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک بھی لڑن ہندوستانیوں کو کوئی
 دکھلا دے تو یہ لوگ بیشک یہی کہنے لگیں گے کہ یہ صاحب جادوگر ہے جو افسوس کہ اتنے سیر
 بھولے آدمی ایسے ایسے ذرائع سے چٹکے چائے والوں کے ہاتھ سے ہر روز ٹھکے جاتے
 ہیں اور وہ یہ دیکر بیوقوف کہلاتے ہیں اگر کسی نے وہ فارسی کتاب جس کا نام عجائب الخوات

ہو دیکھی ہو تو اسکو معلوم ہو گا کہ اس کتاب میں کس طرح کے جانوروں کی تصویریں کھینچی
 ہیں اور کسی کسی سنگین بنی ہیں کسی مٹی میں تو بالکل دھڑادی کا اور مسند گھوڑے کا کھنچا ہوا
 اور کہیں چار چار ہر کی چڑیاں بنی ہیں کسی جگہ دس دس منہ کے اڑتے ہیں اور کہیں
 درختوں میں پھولوں کے خوش آدبی کے سر ٹٹکتے ہیں اور کہیں آدمی کے بازو پر جانور
 کے پر ہیں غرض سب طرح کی ہزاروں سنگین لکھی ہیں کہ جو سوکے اس کتاب کے ورقوں
 کے اور کہیں اس صفحہ روزگار کسی نے انکھوں سے نہ دیکھی اور نہ کانوں سے سنی اور
 تماشا یہ کہ اگر کسی فاسی خوان سے ایسے جانور کے دنیا میں ہونیکا شبہ بیان کیا جاوے
 تو وہ بہت خفا ہو گا اور کہیگا کہ وہ صاحب کیا انگریزوں نے تمام دنیا دیکھ لی خدا کی قدرت
 کا کب کسی نے انہما کیا اگر یہ جانور دنیا میں نہ تھے تو کیا مصنف نے اپنے داغ سے پیدا
 کر لیے لیکن جو بات کے کہنے نے ذرہ بھی اپنے دل میں اتل کرین تو بخوبی دریافت
 ہو جاوے گا کہ یہ عجائب المخلوقات کس طرح پر بنی ہو کیونکہ ہم کو یقین ہے کہ شیراز میں کسی مولوی نے
 ضرور اپنی کتاب میں یہ بات لکھ دی ہوگی کہ قرون میں فلاں نے سال کے درمیان اس طرح
 جانوروں کا ایک چڑا آیا تھا کہ جبکہ سر میں بالکل مسلمانوں کی طرح بال ہار دتھے اور واٹھی
 بہت لمبی تھی اور عربی بولتے تھے اور پانوا اور پراونٹ کے چڑیوں کے سے تھے اور ہر گز
 بھی ٹھیک اسکی تصویر مرقع اس بیان کے چڑیوں کا سا دھڑمولوی کا سا سنا کر کہیں چڑی
 اسلیئے ان مسطوروں کے پڑھنے والوں کو چاہیے کہ جب کبھی کوئی تعجب یا بعید القیاس بات نہ دیکھیں
 یا سنیں تو جب تک اسکی اصل کو دریافت نہ کریں تب تک اس پر عقائد نہ لادیں اور اس بات
 کو یقین نہ کریں ۛ

تفصیل

جو کام انسان آج کر سکے اُسکو کل پرچھوڑنا نہیں چاہیے اور جو بات کہ وہ خود کر سکتا ہو
اُسکے واسطے اور وزن کو تکلیف دینا مناسب نہیں کہ کھانے سے کبھی سیکو پچھتا نہیں
پڑتا ہی جب آدمی غصے میں کسی کچھ کہنا چاہے تو منہ سے بات نکالنے کے پہلے دس تک
کی گنتی گن لے لے اور اگر بہت غصے میں ہو وہ دس تو سو تک کا شمار کر لے وہ جہاں کبھی
رہتی ہو وہاں شہد ہوتا ہی اور جہاں محنت ہو وہاں دولت آتی ہے +

آدمی کا نام رہنے کی اچھی ترکیب

خاننا چاہیے کہ اس جہاں میں تعلیم ہو کہ ایسا آدمی کوئی نہ ہو گا جو اپنی نیکی نامی کا باقی
رہنا دل سے نہ چاہے اگر چہ ان میں ایسے آدمی تھوڑے ہیں کہ جو اس اور چلتے ہوں
جس سے انسان کی ہمیشہ کو یاد گاری اور نیکی نامی رہتی ہو کسی آدمی کا جس اور نیکی نامی باقی
رہنا اس سے زیادہ دنیا میں کوئی دوسری بات اچھی نہیں ہو شاستر میں لکھا ہے کہ جب تک
آدمی کی نیکی نامی اس میں رہتی ہو تب تک آدمی سو زرگ میں رہتا ہی عقل ہو کہ جب یہ نیکی
کو سو زرگ سے نکالنے لگے تو اس نے پوچھا کہ مجھے کیوں نکالے ہو ہاں دے جواب دیا
کہ اب تیری نیکی نامی میں پرانی نہیں ہے اس واسطے تجھ کو یہاں سے نکالتے ہیں یہ سن کر
راجہ نے کہا کہ پہلے فلاس نے تالاب کے کچھوٹوں سے جا کر میرا حال پوچھو تب پھر جو چاہنا
سو کر ناغرض حقیقت ان کچھوٹوں کے آگے راجہ بیات کا نام لیا گیا تو وہ سب سن کر ہنسنے لگے
تو رفیقین کرنے لگے اسی باعث سے راجہ کو پھر سو زرگ میں رہنے کی جگہ ملی اور راجہ ذات
قیام کی پھر دی گئی حقیقت میں یہی وہ چیز ہے کہ چاندور کے ساتھ کرنے سے بھی آدمی کو اُسکا

پھل ملتا ہو حاتم طائی کے قصے میں کسی شخص نے خوب لکھا ہے یعنی کہا ہے کہ سچی کرا اور
دریا میں ڈال ۛ

اب غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ اپنی نیکی نامی چھوڑ جانا چاہتے ہیں وہ اس بات کی اور اسطے
کیا کیا کام کرتے ہیں کوئی تو بلوغت پہنچے مندر شوالے تالاب مسجد در سے اور پل بناتا
ہو اور کوئی اپنا روپیہ غریبوں کے کھلانے پلانے اور یتیموں کے پالنے میں خرچ کرتا ہو
اور کوئی اپنا نام بڑھانیکے واسطے ہاتھی گھوڑے اور فوج رکھ کر اپنی شان و شوکت دکھلاتا
ہو اور ملکوں کو فتح کر کے اپنی بادشاہت قائم کر جاتا ہو اگر یہ ان سب کاموں میں بعضے
کا کام بہت اچھے اور آدمی کو نیکی نامی دیتے ہیں لیکن نیکی نامی چاہیے کہ ان کاموں کے کرنے
کے تک انسان کی نیکی نامی دنیا میں باقی رہتی ہو مکان اور جو ملی بنانے والوں کو لوگ
جی بھی تک یاد رکھیں گے کہ جب تک وہ مکان قائم رہیگا تالاب کھروانیکا پھل اسی وقت تک
باقی رہیگا کہ جب تک تالاب باقی رہے دیکھو اس دور ہزار برس کے عرصے میں کیسے کسے
اچھے بڑے بڑے راجا ہو گئے لیکن سولہ سے کم مدت اور بھیج کے ایسا کسکا نام ہو کہ جسے
بوڑھے سے لیکر لڑکا بھی جانتا ہو اور سکر نیکی نامی ناضل اور باہل دونوں پر روشن ہو جس
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا انسان کی نیکی نامی علم کی دولت چھوڑ جانے سے ادا ہو
عزت و حرمت وغیرہ ہمیشہ کے لیے باقی رہ جاتی ہو ایسا کسی کام کو قیام نہیں ہوتا دیکھو
ایک بنیا تھا کہ جس نے اولاد نہ دیکھی باعث اپنا نام نیک چھوڑا نیکی لیکر اپنی ماری دولت
بند تو کو بانٹ دی چنانچہ بند توں نے بھی اُسکے نام کے قیام کو اسطے سنسکر زبان میں
ناگھ نام ایک کتاب الہی سیجادی کی کہ جس سے آج تک اس بیٹے کا نام ہندوستان میں پورا جاتا

بلکہ اسی طور سے ہمیشہ اُس کا نام روشن ہو گیا جس حالت میں کہ ایک نظم کی تصنیف سے
استعداد آدمی کا نام اس جہان میں ہا تو دیکھا چاہیے کہ جو لوگ علم کی ترقی اور عالموں کی پرورش
پر دل لگاتے ہیں اور سب اُنکی صحبت میں واقعات گذارتے ہیں اور نئی نئی کتابیں تصنیف
کروانے اُنکی نیکیاں کیونکر نرس جہان میں ہمیشہ چاند سورج کی طرح دولت روشن ہو گئی



لکھنؤ کے کسی پادشاہ نے ایک وزیر صاحب زرینڈسٹ سے پوچھا کہ میرا کون سا ایک کو
روپیہ کا بھی نہیں ہے اور سرکار کلہنی کے پاس تیس کروڑ کی تحصیل آتی ہے پھر کیا سب ہی کو روپیہ
صاحب ہمارے لکھنؤ کے سے محل اور عمارت اپنے رہنے کے لیے لگاتے ہیں نہیں طیار
کرواتے دیکھیں اس لکھنؤ میں رہنے کیسے کیسے قہر اور باغ اور امام باڑے بناتے ہیں اور
کس کس طرح کی دیر چیر دن سے اپنے مکانوں کو آگ آستہ کیا ہے جو جوشان شوکت کے
کار خانے کہ ہمارے شہر میں کمانی جیتے ہیں وہ انگریزوں کے ملک میں تو کہیں نظر نہیں آتے
صاحب زرینڈسٹ نے بڑے شکر جواب دیا کہ چنانچہ سلامت آپ کی دولت بند تالاب کی پانی کی مانند
کہ دیکھ کر اُنارہم اسی شہر کے اندر دکھائی دیتے ہیں اگر جہان پناہ لکھنؤ سے دو تین فرسنگ کے
فاصلے پر تشریف لے جا کر وہ اپنے علاقوں کو ملاحظہ فرما دیں تو یقین ہو گا کہ آپ کے کارداروں کے ظلم کی
برکت سے جس طرف نظر جاوے گی وہاں جسے کھل دروس باغ جیسے ہوئے جسے چھوڑ کر آکر کچھ نظر
نہیں پڑے گا اور سرکار ہی دولت مثل فیض نہر کے ہی کہ دیکھنے میں تو چھوٹی معلوم ہوتی ہے مگر جس
طرف جاتی ہے تمام زمین کو سیلاب کر دیتی ہے انگریزی عہداری میں دولت کا نوکانو بٹی رہتی
ہی صاحبان عالی شان اپنے آرام کے لیے دس جگہ اجاگر کر ایک مکان آباد کرنا ہرگز

منظور نہیں کرتے ان لوگوں کو ایک ایک گناہوں کے سناات اور پھر کوئی دوستی اور ایک
زمیندار کی احتیاج اور تکلیف دور کرنے کی اس قدر فکر اور کوشش کرتی ہو تو شاید اس قدر حضرت کو
اپنی فرج بخش اور مبارک منزل کے آگے نہ کر نیکی بھی نہ کہ نہیں ہوگی بلکہ حضور اس قدر خوشنود
کی پرورش میں بھی نہیں لگاتے ہونگے ۔

ہندوستان کی خوشامد پسندی

عجب آدمی ہیں اس جہان کے خصوصاً ہندوستان کے کہ جس قدر کوئی انکی خوشا
کرے اس قدر یہ لوگ خوش ہو کر پھولتے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس جھوٹی تعریف کا
بہم خوشامد رکھا گیا ہے یعنی جو بات کہ سب کو اچھی لگے خواہ وہ سچ ہو خواہ سر سے پاذن تک
جھوٹے بنی ہو اس کو خوشامد کہتے ہیں ہماری سمجھ میں دنیا کے درمیان اس سے زیادہ
کوئی کم عقل نہیں کہ جو جھوٹی خوشامد پسند کرتا ہے کیونکہ اس صورت میں یا تو وہ بیوقوف ہو کہ
اس بات کے جاننے پر بھی کہ ہمیں نہیں ہیں انکی باتوں پر شک سا چھوٹا چلا جاتا ہے یا ایسا کم
سمجھ ہو کہ ان جھوٹی باتوں کو سچ جانتا ہے مگر تعریف ہی کے لائق سمجھتا ہے پس اس سے
زیادہ دنیا میں انسان کیوں اسطے کو نسی بات ہر ضرر اور خرابی کی ہی عقل نہ جھوٹی تعریف اور خوشا
سے اس قدر شرمندہ اور بخیدہ ہوتے ہیں کہ بعضے وقت زار زار روتے لگتے ہیں اور سو
کرتے ہیں کہ جن جھوٹوں کے واسطے یہ خوشامدی ہماری جھوٹی تعریف کو ہاتھ دے کر
نہیں ان جھوٹوں کے ساتھ حقیقت میں موصوف ہوتے ہمارے ہندوستانیوں کی
خود پسندی کا حال اگر کسی کو یقین نہ ہو تو دیکھ لیوے کہ تکہ طریقوں کو کہ یہ لوگ جو ذاتی
بات کیوں اسطے کسی کو ایک خط یا رقم لکھنے کے تو آدھا خط صرف القاب و ادب سے بھر جاتے

بلکہ اگر کاغذ چھوٹا ہو تو اصل مطلب لکھنے کے واسطے جگہ باقی نہیں رہیگی اور اکثر تو ایسی القاب و آداب کے سوچنے میں خط لکھنا باقی رہ جاتا ہے دیکھو ایسی القاب آداب کی کیا چیز ان سے جب لفاظن پر ڈاک فہر چھاپنے کے واسطے جگہ نہیں ملنے لگی تب لاچار ہو کر سرکلے لپنے گزٹ میں یہ حکم چھاپ دیا کہ سولے مکتوب لیکر نام اور ضروری حکمانے کے دوسری کوئی بات مثل آداب القاب وغیرہ ڈاک کے لفاظن پر بہرگز لکھا نہ جایا کرے تماشا یہ ہے کہ جو شخص جس قدر زیادہ جھوٹ لکھے کیا ہی اتنا ہی پراگشتی کھاتا ہے اگر فرنگستان کے ملک کا کوئی آدمی جو یہاں کے طریقوں سے واقف نہ ہو ہمارے ملک کے ریسوئیٹر دیکھے تو یقین ہے کہ بے اختیار ہنس پڑے گا اور یہی اپنے دل میں کہے گا کہ کیسے یہ رئیس لوگ بے شرم ہیں باوجود ایک لائٹ کی پادشاہت پر بھی قبضہ نہ کھینے کیلئے سینیں راجاؤ نکھاراجہ اور مہاراجاؤ ہر جگہ اور دیوتاؤں کا اندر اور چھتر بنی اور سورگ کا مالک اور مریا جاہ اور فلک باز گاہ اور حاتم و دریاں اور رستم و زلمیں اور دارا شکوہ اور اسکندر زنت اپنی مہر میں لکھتے ہیں سچ ہے کہ اسی واسطے انگریزی پڑھا ہوا آدمی ہندوستانیوں کو برا معلوم ہوتا ہے کہ انکو خوشامد نہیں آتی *

عجب مقدمہ

کسی آدمی کا گدھا بھاگ کر دریا کے کنارے پر آیا اور ایک مچھوے کی کشتی پر کود گیا لیکن کشتی مضبوط نہیں بندھی تھی اس لیے ٹوٹ کر گدھے سمیت بہ گئی تب یہ حال دیکھ کر گدھے والے نے کشتی والے پر نالش کی کہ اسکی غفلت سے کشتی ہمارا گدھا بہا لیگئی اور کشتی والے نے گدھے والے پر نالش کی کہ اسکی غفلت سے گدھا میری کشتی بہا

لیگیا حاکم نے انکی عرضی پر یہ حکم دیا کہ زمینیں مقصور دونوں کا برابر ہی ہوں کیونکہ ایک کی غفلت سے دوسرے کا نقصان ہوا اور عدل انصاف کے معنی برابر ہی اور نصف نصف کے ہیں پس جس بات میں کہ پہلے ہی سے برابر ہی ہو رہی ہی یعنی آدھا آدھا مقصور دونوں کے ذمے بٹ گیا زمینیں اب حاکم دوسرا انصاف کیا کہ مسدود زمینیں ہوں

فائدہ انگریزی پڑھنے کا

سوائے سب فائدوں کے انگریزی پڑھنے سے ایک بڑا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ انسان ہر طور کے ہتھیار اور کلوں کے بنانے پر قادر ہو کر وہ دو چیزیں ظہور میں لائے گا کہ جو بغیر انکی مدد کے صرف آدمی کے زور سے ہرگز نہ بن پڑے جو کام کہ تنہا جانوں سے نہو سکے وہ کل کے بل سے ایک لاکھ آدم بھر میں کر لیں گے دیکھو اس چھوٹی سی ولایت انگلستان کو کہ وہاں کے سینے ہوتے وہاں چین کے ٹاپوؤں میں اوڑھے جاتے ہیں اور وہاں کے بنے ہوئے کپڑے جنس کے جنگلوں میں بھی پہنے جاتے ہیں بنگالے کے آدمی چار حقے کھیتی سے پیٹ بھرتے ہیں اور ایک حقہ دوسری طرح سے اپنی وہ معاش پیدا کرتے ہیں فرامیس کے دو حقے باشندے زمین بول کر گزارا کرتے ہیں اور ایک حقہ اپنا روزگار کر کے روپیہ پیدا کرتے ہیں لیکن انگلستان کی ولایت میں جب قدر لوگ کہ زراعت کا پیشہ رکھتے ہیں ان سے دو چاند آدمی اپنی اوقات بھری بغیر کھیتی کے کرتے ہیں پس غور کرنا چاہیے کہ ان کلوں کے وسیلے سے کس درجے پر روزگار اس ملک میں چمکا ہو اور جو غلے کی گرانی کے کس قدر محنت سستی ہوئی ہے کہ جو ہندوستان سے گئی ہوئی روٹی کے کپڑے بنکر وہاں سے پھر یہاں آتے ہیں یا وجود اس قدر مسافت طی کر نیکی یہاں کے کپڑوں سے

سستے بکتے ہیں کیا تاشا ہی کہ حسن میڈا رب نے کیا پس لمبی تھی وہی اپنی موٹی کے کپڑے
انگریز سے خرید کر تاشا ہی اور وہی روپیے جو اسے روٹی بچکر حاصل کیے تھے اپنی نگہ سے
بلکہ روپیہ دور و پیہ شمین بلتھین لگا کر اس کپڑے کے کوڑ کر تاشا ہی اب سوچنا چاہیے کہ اگر
ہمارے ہندوستانی مہاجن لوگ بھی اس طرح کچھ روپیے لگا کر ایسے کپڑے بنانے کی کل
یہاں طلبا کرین تو کیا انکو انگلستان کے سرداروں کی طرح لاکھوں روپیے کا فائدہ حاصل
نہو وے بلکہ ایسے کارخانوں کے جاری ہونے سے اس ملک کے غریبوں کے واسطے
بھی روزگار کا وسیلہ نکل آویگا جانا چاہیے کہ کلونکے بنانے سے تین چیزوں کے فائدے حاصل
ہوتے ہیں اول تو زور بڑھتا ہی دوسرے فرصت زیادہ ملتی ہے تیسرے نکمی اور بقدر چرین کام کی
اوتھیتی ہو جاتی ہیں نور بڑھنے کی دلیل کے واسطے جو کلین کہ ہوا پانی اور دھوئین کے زور سے
چلتی ہیں لوگ اس سے بخوبی واقف ہیں لیکن یہاں اس کے جاننے کے واسطے ایک چھوٹی سی مثال
ہم لکھتے ہیں ایک پتھر جو کھان میں سے کسی ناہوار ہستے پر ۵۸ آدمیوں کے زور سے کھینچا
تھا وہی پتھر اس سے کو برابر کر کے تختوں کا فرش لگا دینے سے ۷۵ آدمی سے کھینچنے لگا
اور جب اسی پتھر کو ایک کاٹھ کے تختے پر رکھ کر ان تختوں کے فرش پر کھینچنے لگے تو چھ سو چھ
آدمی سے چلنے لگا اور پھر جب ان تختوں کو صابون لگا کر چمکا کر دیا تو وہی پتھر ۸۲ آدمی سے
کھینچنے لگا لیکن دیکھو طاقت کل کی کہ جب اس تختے کے نیچے تین یا چھ کاموٹا ایک بیلن لگا دیا تو
اسی بات سے بجاری پتھر کو بائیس آدمی پھیلے پس دیکھو اس حکمت کی بدولت بائیس آدمیوں نے گویا
اتھارون آدمی کا زور حاصل کیا فرصت ملنے کی دلیل کے واسطے پھاڑوں میں مہنگوں کا اڑایا
جانا کافی ہی جو پتھر کا آدمی کے ہاتھ سے میڈن میں ڈسک سکے وہ ذرا سی باروت کے زور

سے دم بھر مین مکرے مکرے ہو کر اڑ جاتا ہے پہلے پہل چنڈوستان میں سرکاری عمارتی ہوتی
 تو یہاں کے خطوں کا جواب کپ کی راہ سے برس در مین لایت سے آتا تھا اور جس وقت سے
 کہ دھوئین کے جہاز طیار ہوتے ہیں تب سے وہی جواب اڑھائی مین کے اندر ولایت سے
 یہاں پہنچ جاتا ہے اور ہندوستان میں بھی جو دھوئین کی گاڑی اور لوہے کی شرک بنائیکلی تجویز
 ہو رہی ہے اگر وہ بنکر طیار ہو جاوگی تو دلی سے گلکتے جو حساب اور آدمی کہ اب دو مین سے
 تیار دم کے عرصے میں پہنچتا ہے وہی حساب اور آدمی دور مین دلی سے گلکتے پہنچا کر لگا لگتا
 میں بڑے مکان اور کارخانوں کی دیواروں کے درمیان ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک
 اسطرح پر مین کے نل لگا دیتے ہیں کہ جوابات ایک آدمی اس کمرے میں بیٹھ کر کہ وہ بات فرمادو
 کمرے میں کہ جہاں تک بغیر نل کے وسیلے کے ہرگز انسان کی آواز نہ پہنچ سکے بخوبی سن آتی
 پس اس طریق سے دیکھو کہ قدر وقت اور رد و سزا تہی دور کرتے جاتے کا بیچ گیا ایک ترکیب ابھیک
 ٹیکیکٹ کے صاحبان حالیشان نے ایک جگہ سے دوسری جگہ خبر پہنچانیکے واسطے اسطرح
 کی بخالی ہے کہ جس سے دو چار پل کے اندر سیکڑوں کو اس سے جواب جاتا ہے چنانچہ بیان اسکا
 یوں ہے کہ جب ایک سوئی چمک کی بنا کہ کسی چیز پر قبضہ نہا کی طرح قائم کر دیوں تو اسکا ٹنڈہ بیشک
 کی طرف پھارہیگا لیکن جس وقت کہ ایک لوہے کا تار سوئی سے الگ اسکے گرد رکھا جاوے
 تو سبب سیلان الیکٹریسیٹی یعنی قوت کربانی کے وہ سوئی پوربا و پچھم کی طرف گھوم کر
 رہ جاتی ہے جس وقت کہ پورب کے تار سے الیکٹریسیٹی گذری جاوگی تب وہ سوئی پورب کی طرف
 گھوم جاوگی اور جب پچھم کے تار سے پہنچائی جاوگی تو پچھم کی طرف پھر جاوگی پس غور کرو کہ
 بنارس سے دلی تک شرک کے اوپر چلو ہے کا تار لگایا گیا ہے اور ایک چمک کی سوئی دلی

میں اُس تار کے سرے کے نزدیک قائم کی ہی توجہ دے کوئی جسکو بنارس سے دلی کو بھیجنا
 منظور ہو بنارس میں بیٹھ کر اُس تار سے ایکٹری سٹی گڈاریکا دلی میں وہ چمک کی سوئی فوراً گھوم جائیگی
 اب خیال کرو کہ تم دلی دے سے پوچھا جا رہے ہو کہ اچھے ہو تو یہ سابق سے اسکے کارخانوں میں شاید
 مقرر ہو گیا ہو کہ جس وقت سوئی پورب طرف گھومے تو الف کا حرف سمجھا جاوے اور پھر طرف پھر
 تو چھ جانا جاوے اور جس دم پورب کو دو دفعہ تیزی سے جلد جلد سوئی پھرے تو اسے بے محمول
 سمجھنا چاہیے اور جب پھر کم کی جانب دو دفعہ جلد جلد سوئی جاوے تو اسے جاننا اور جب تیزی
 سے ایک دفعہ پورب و ایک دفعہ پھر کم کو سوئی جاوے تو او اور بھول سمجھنا چاہیے تب بیشک وہ
 اوسمی دلی والا ایکٹری سٹی کے زور سے اُس سوئی کو اس دس پر گھومتی ہوئی دیکھ کر فوراً سمجھ جائیگا
 کہ بنارس والا پوچھتا ہے کہ اچھے ہو انگلستان میں ہر ایک شہر سے لندن کے درمیان اُس ٹاک پر
 جہت بھینے میں میں لفظوں تک کا تین پیسے سے لیکر سات روپیے تک محصول لگتا ہے وہاں
 کارخانوں کے واسطے بھی ایک سانس جسے کی کوٹھی مقرر ہے اور اس کی کٹھی کے ساجھی ساٹھہ فیڈ
 خبر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں اور شہروں کے تار کا طول سب ملکر ہوا ہزار کس
 ہے اور ایک ہزار آدمی اس کمپنی کے ملازم ہیں غرض اس ٹیلیگراف کا کارخانہ ولایت میں ات دن ٹاک
 کے طور پر جاری رہتا ہے اور بھانگے ہوئے مجرور کی گرفتاری اور سا ہو کاری اور تجارت کی خبریں پہنچانے
 واسطے یہ تار کی ٹاک خوب کام میں آتی ہے کیا خدا کی قدرت ہے کہ ایک پل میں سیکڑوں کوس خبر پہنچ
 جاتی ہے کتنی اور بے قدر چیزیں سننے سے متی ہو جانے کے واسطے یہی دلیل کافی ہے کہ انگلستان میں گھوڑوں
 کے نال باز ہنسنے کے وقت جو ستم چھپے جلتے ہیں وہ بھی ٹاکڑے پھینکے نہیں جلتے بلکہ اُسکو
 کا کیر لوگ جمع کر کے پروسیٹ آؤ پوٹاش جو ایک قسم کی دوا ہے بناتے ہیں اور ولایت میں جب کو

کی دیگیان پرانی ہو کر ٹوٹ جاتی ہیں اور مرمت کے قابل در کام کے لائق نہیں رہتیں بلکہ
 بھی ٹھار اور بڑھتی لوگ کاٹ کاٹ کر پتھر سے بناتے ہیں اور ان پتھروں پر روغن چڑھا کر اور
 برے سے چھید کر صند و قون کے جوڑ پر لگاتے ہیں علاوہ اسکے کئی چیز پر کیا موقوف ہے
 ہم جانتے ہیں کہ کلون کے نور سے نکتے آدمی بھی کام کے بن جاتے ہیں انھستان میں
 ایک اندھے نے جال بنانیکہ واسطے ایک کل سوت کا تنے کی پسیر ایجاد کی ہے کہ اسکو آٹا
 لوگ چلاتے ہیں اسے اسکے دھان کا رگڑ دن نے جو تے اور دستانے بھی اسطور کے
 طیار کیے ہیں کہ اسکو ہنگر لنگڑے اور لولے کام کر سکتے ہیں بعض وقت کلون کے نور سے
 سے انسان کو ناحی اپنا روپیہ اور محنت ضائع کرنا پڑتا ہے دیکھو جزیرہ جاو سے چین کے ملک
 کی کشتیوں میں دلی بھکر چلا کر فی ہی لیکن باعث سے کہ جاو اسکے لوگ کو فی کل روٹی سے
 بنو لا جا کر رہنے کی نہیں رکھتے وہاں کے آدمیوں کو سیر بھروٹی میں تین پاؤں بولاؤ ہونا پڑتا
 اور چھپر بھی وہ لوگ انگریزوں کی طرح روٹی کسے کی ترکیب نہیں جانتے اسی سبب سے جس
 کشتی میں انگریز لوگ تین ہزار میں روٹی لادتے ہیں اُس پر جاو اسکے آدمی ہزار میں سے زیادہ
 نہیں لاد سکتے اسی ہندوستانو تو تم بھی کیوں نہیں انگریزی پٹھان طور کی کلین طیار کرتے
 کہ جس سے تمھارے ملک میں بھی دولت کی افراط ہو اور سب لوگ بھرے پڑے ہوں

کاہلی اور صبر

اکثر سستی آدمی اپنی کاہلی کا نام صبر لکھ کر جو ادھان کہ صبر کے ہیں اُن سے اپنے کو
 سمجھتا ہے اسیلے اب ہم کچھ تھوڑا سا فرق کاہلی اور صبر کے درمیان اپنی سمجھ کے موافق بیان
 کرتے ہیں کاہلی ہادی کہلاتا ہے کہ باوجود کوئی ایسا کام کرنے پر جس سے اپنا یا دوسرے کا

بھلا ہو سکے قادر ہو سکے اُس کام کو نہ کر کے اپنے انمول فرصت کے وقت کو ایسے بیہودہ کام
 میں گزار دے کہ جس سے اپنا یا کسی کا بھلا نہ ہو ایسے لوگوں نے ناحق اس جہان میں پیدا
 ہو کر زمین کی پشت کا بوجھ بڑھایا بہت آدمی ایسے نظر کرتے ہیں کہ جانور کی طرح کھانا پینا
 اور سونا تو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن اگر اُسے کچھ محنت کرنا کہو کہ کہا جاوے تو وہ یہی جواب دیتے
 ہیں کہ ہم صبر کا امرت پھل کھا کر بیٹھے ہیں اپنی اوقات یہ لوگ کھانے پینے اور بیٹھنے کے
 بعد ہمیشہ کھیل کود میں کاٹتے ہیں اور جب خرچ کی ضرورت پڑتی ہے تو اپنے مہنتی دوست و آشناؤ
 کو جا کر تسلیتے ہیں بلکہ بعض تو چوری اور جوا بھی عیب نہیں سمجھتے اور بعض لوگ صاف
 بینیرت بن کر کھائے خزانہ بھیک مانگنے لگتے ہیں ایسے آدمی نہ تو اس دنیا میں کبھی سرخروئی حاصل
 کر سکیں گے نہ اُس جہان میں بہشت پار سکیں گے صبر کرنا والا ہی شخص ہے کہ جو بات دن اپنے یاد رکھنے
 کے بھلے کیواسطے محنت کرتا ہے اور اگر اُسکی وہ محنت ضائع بھی ہو جائے یا اُسپر کوئی آفت
 آئے پڑے تب بھی اُسکو ناگوار نہیں گذرے گا بلکہ اگر اُس کام کا کچھ پھل ہی نہ ملے تو بھی وہ صبر سے
 ہاتھ نہیں اٹھاتا ہی بیان تک کہ جس طرح چاند اور سورج زمین کے گرد گھومتے ہیں نہ ہنسنے نہ
 یہ محنت کش بھی جتنا رہتا ہے تب تک اُس نیک محنت میں غرق رہا کرتا ہے یوستان میں
 شیخ سعدی نے بھی اس جگہ پر ایک لطیف نقل بیان کی ہے کہ کسی روز ایک پادشاہ شکار کھیلنے
 گیا وہ گھل میں گیا دیکھتا ہے کہ ایک لوٹری بے ہاتھ بانوں کی ایک گڑھے میں پڑی ہے وہ پوچھا
 اُسے دیکھ کر بہت حیرت میں آیا کیا الہی پہنچ بیان کے ہاتھ سے اپنی خوراک پاتی ہو گی کہ اتنے
 میں اُس نے کیا دیکھا کہ ایک شکار مار کر شہنہ میں لیے ہوئے سامنے سے آیا اور اُس لوٹری کی مانند
 بیٹھ گیا اور لوٹری نے اُسکو خوب پیٹ بھر کے کھایا پادشاہ کہہ دل میں اس حال نے اُس

اثر کیا کہ وہ دنیا کی طرف سے بالکل اچھا سہو کر اسی وقت گھوڑے کو ٹھیک ایک درخت کے تنے
جا بیٹھا اور اپنے رزق کی فکر مطلق نہیں کی یہاں تک کہ سات دن گزر گئے تب اٹھوین چاق
میں ایک غیب کی آواز اُسکو یہ حسرتی دہی کہ ای ماہ شاہ تیر سے تو ابھی ہاتھ پانوں سب در
ہیں تو شیرہ لوٹری کیوں بنا جاتا ہے؟

محفل

کہتے ہیں کہ ڈاکٹر لڑاک بارو صاحب ایک روز اسی دوست کے گھر میں کھانا کھاتے
گئے تھے آدھی رات کو وہاں سے پھر کر جب اپنے گھر آنے لگے اور مکان کے اندر پہلے
تو اُنکے کُتے نے جو گھر کی حفاظت کے واسطے رات کے وقت بخیر سے کھولا جاکر اُنکے
آدمی کے دھوکے میں پکچا کر دانتوں سے پانوں پکڑ لیا تب اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے بھی
اُسکا گلا اس طرح ڈیا کہ چاہتے تو اُسیدم مار ڈالتے لیکن پھر دل میں سوچے کہ اس کُتے نے
تو حق اپنے نمک کا ادا کیا قصور ہمیں ہمارا ہی ہے کہ اسے تل گئے بغیر روشنی کے کاہیکو گھر
جائیکو ارادہ کیا پس ڈاکٹر صاحب محل کو کام میں لائے اور اپنے نوکر دن کو پکارتے رہے
یہاں تک کہ نوکر دوڑے اور صاحب کا پانوں کُتے سے چھڑا دیا۔

کیمیائری

ہندوستان کے لوگوں کو ٹھکنے کے واسطے حریفوں کو یہ بہت اچھی ترکیب یاد ہی کہ جو
آدمی کسی طور سے دم پر نہیں چڑھتا وہ کیمیا گر کا نام سنتے ہی بولا ہو جاتا ہے ان ٹھگوں کا ہنر تو
کہ فقیر و کنا بھیس بلکہ ہر ایک شہر میں گھومتے رہتے ہیں اور مکرو فریب کا بال ہر جگہ ڈالتے پھرتے
ہیں جب کبھی کوئی انکے فقرے میں آجاتا ہے چھٹ پٹ اُسکے کپڑے اُٹا کر خاک میں ملا دیتے ہیں

یہ ہندوستانی تاجی تاجی تاجی جانتے کہ جو شخص کمیابانا جانتا تو وہ اُسکے لیے چاندی
 اور سونا کیونہ ناگتا افسوس ہی کہ اس ہندوستان کے آدھی تین حصے سے زیادہ کمیاب
 کے ہاتھ سے کشتہ ہوتے ہیں جس پر یہ بیوقوف نہیں جانتے کہ اس بلا سے دور بھاگنا
 حق میں کیسے ہی پس ایسی چیز کی تلاش میں جو کوئی اپنا مال بھونکے وہ کاٹھ کا اٹو آخر کو دو
 کوٹیا بچاویگا اور سارے زمانے میں بیوقوف کہلاویگا جانا چاہیے کہ بعض کمیاب اگر دھماکو
 زور سے دھاتوں کا رنگ بدل کر اپنا کام نکال لیتے ہیں اور بعض اس طرح کا ہتھ بھر کر لے
 کہ پارسے اور تانبے کی جگہ پوشیدہ چاندی اور سونا رکھ کر جھٹ پٹ اپنے گاہک کو چاندی سونا
 دکھا دیتے ہیں لیکن بعض تو ایسے طرار اور چالاک ہوتے ہیں کہ وہ خالی ہی باتوں سے
 کو دانو پر چڑھا لیتے ہیں چنانچہ اب ہم ان ملک کی گروں کا کچھ حوالہ یہاں کے لوگوں کو
 ہوشیار کر دینے واسطے اس مقام پر لے دیتے ہیں کسی سوزا یک فقیر لنگلا انگوٹ بند ایک مال
 کی دوکان پر ان بیٹھا تھاں نے بھی اُسکے گے گے ایک سٹھ کی جلم چڑھا کر کھدی لیکن اُس
 فقیر نے نہایت چالاکی اور پھرتی کر کے جھٹ پٹ مٹا کو کی جگہ ایک سونے کی ٹلی سکڑی
 اور جلم اُسکی دوکان پر لٹ کر چلا گیا کچھ دیر کے بعد میں نے جب اُس جلم کو اٹھایا تو دیکھا کہ اُسکے
 نیچے کندن دمک رہا ہی تھاں اُسکو دیکھتے ہی بے اختیار ہو گیا اور بولا کہ ہاں یہ تو بچی
 سونے کی چڑیا ہاتھ سے اڑ گئی لیکن چارپانچ روز کے بعد وہی فقیر پھر اُسکی دوکان کے سامنے
 سے نکلتا تب تو یہ تھاں اُسکی صورت دیکھتے ہی اپنے دل میں خیال ہو گیا اور دوسری سے دوسری
 اسکا قدم لیا اور گر گر کرنے لگا کہ شاہ صاحب کچھ ہم نکال پر کہم کہ وہ شاہ جی نے پہلے تو بہت سا
 نخر کیا لیکن آخر کو یہ طور سے بولے کہ اچھا بابا اب ہم ایک بارگی تیرا بیڑا کر دیتے ہیں لیکن بابا

منا من تو دہی بھی نہیں جتنا جس قدر تیرے گھر میں سونا جمع کر رکھہ ہم رات کو تیرے گھر میں
 آویٹے نکال انکی باتوں پر ایسا پگھلا کہ گھر جاتے ہی اپنی بی بی کا سارا زیور اتار رکھا شام کے
 وقت شاہ جی بھی اپنے وعدے بوجہ آن پہنچے اور ایک کوٹھری کے اندر چار پانچ من
 کنڈے سلگا کر اُس میں اسی بنیے کے ہاتھ سے ایک گھڑا کیے درمیان پہلے تو سیر بھرنا
 رکھوایا اور پھر جس قدر گنا اس بنیے نے اپنی بی بی کا اتار رکھا تھا وہ سب کا سب اس کے اندر
 ڈکھایا اور ایک پڑیا رکھ کر چھوٹی مین سے نکال کر اس گھڑا میں چھوڑ دی ایک گھنٹے کے
 بعد جب دھوان اُن کنڈوں کا اس کوٹھری میں اچھی طرح سے گھٹ گیا اور بنیا اُنکھیں مٹنے
 لگا تب شاہ جی نے اگ میں سے وہ سونے کی پوٹلی نکال کر اپنی چھوٹی مین کھلی اور وہیں
 بیٹھ کر رات کاٹی صبح جب ہوئی تو حضرت بولے کہ بابا مال تو تیار ہو گیا ہی لیکن ابھی ٹھنڈا
 نہیں ہوا سو تھپڑنے سے کچا رہا دیکھا جب تک یہ کنڈے ٹھنڈے ہوں تب تک
 ہم دریائے نہا آئیں یہ کہہ کر شاہ جی تو سونا لیکے وہاں سے چمپت ہوئے اور بنیے نے
 جب دیکھا کہ بڑا عرصہ گزرا شاہ صاحب نہیں آئے تو وہ آپ ہی اُس اکھ کے ڈھیر میں
 سونے کا تھکا تلاش کرنے لگا چنانچہ تانیا اُس میں ملا لیکن سونا کہاں غنا تھا تب تو بچا
 بنیاد نے پیٹنے لگا اور پھر آخر کو صبر کر کے بیٹھ رہا۔

اسی طرح کالیک ماجرا لوے کے اخبار میں دیکھا گیا ہی کہ ایک گسائین نے
 ایک دولت مند کی تمام چاندی جمع کروائی اور پوجا پاٹ میں مشغول ہو کر منتر پڑھ کر
 گھنٹا بجانے لگا جس وقت آدھی رات آئی اور گھر والے سب سو گئے تب گسائین تمام ہتھیار
 اور چاندی سونا لیکر وہاں سے روانہ ہوا صبح کے وقت جب مکان کے مالک نے اٹھ کر دیکھا

تو دولت کے بدلے ایک پھوٹی کوٹری بھی نہیں پائی الغرض مراد ہماری ان مثالوں کے
لکھنے سے یہ ہو کر ایسے لوگ باتوں کے سننے سے کبھی دغا پیادین اور کسی کے فریب میں آدین

سچ بولنا

شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے مرکب کی ایک نقل سے کس غبی اور آسانی کے ساتھ
ہم لوگوں کے دلوں میں پونے کا شوق دلاتے ہیں کہ جب حضرت نے اپنی والدہ سے
بعد اوجھلنے کے واسطے رخصت چاہی تو انھوں نے گریہ فرمائی کہ اور اتنی دینار کی ایک
تھیلی نکال دے اور کہا کہ امی بیٹی! ایک بھائی اور بھی ہے اس لیے تو اسکا آدھا چالیس دینار لے جا
لیکن خبردار کبھی کسی سے جھوٹے مت بولنا بعد اسکے رخصت دی اور کہا کہ لو خدا حافظ ہوا
تھارا ملنا قیامت میں ہو گا غرض ماں سے کوچ کر کے وہ خیر و عافیت سے ہمدان تک
نہایت اتفاقاً وہاں اُنھا قافلہ لیڈروں کے ہاتھ سے لوٹا گیا اس وقت ایک ٹاکس نے حضرت
سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے آپ نے جواب دیا کہ چالیس دینار ہیں اُن کو نے خیال کیا کہ
یہ لڑکا ہنس کر آیا ہے پھر دوسرے اُن کو نے اُن سے وہی بات پوچھی اُن سے بھی ویسا ہی جواب پایا
جب قافلہ لوٹ کر وٹا کو لوگ آپس میں بال اسباب کا حقد کرنے لگے تو اس لڑکے کو سردار کے
پاس لے گئے چنانچہ سردار نے بھی پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے حضرت نے جواب دیا کہ میں تو
تمہارے دو آدمیوں سے کہہ چکا ہوں کہ میرے کپڑے میں چالیس دینار سیسے ہوئے ہیں
سردار نے کپڑے کو اُدھیر کر دیکھا تو چالیسوں دینار نکل آئے تب تو سردار نہایت حیرت میں آیا
خود پوچھا کہ جس چیز کو تم نے اس حفاظت سے چھپایا تھا اسکو اسطوریہ سے کیوں ظاہر کر دیا
حضرت شیخ نے کہا کہ میں نے اپنی والدہ سے قول کر لیا ہے کہ ہم کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے پھر ہم

کس طرح جھوٹ بولتے تب تو یہ بات سنکر سردار بولا کہ اسی لڑکے کو اس چھوٹی سی عمر میں اپنی والدہ کو اس قدر مانتا ہی میں اتنی بڑی ڈار بھی سفید ہوسنے پر بھی اپنے حق نظامی کا شکر خیر اصلی باپ ہی اور انہیں کر سکتا پس اتنا کہنے کے بعد وہ سردار بولا کہ اسی لڑکے کے اس باپ نے بھی اپنے اعمال سے توبہ کی چنانچہ اُس نے ویسا ہی کیا پھر تو اُس سردار کے ساتھیوں کے دل میں بھی اس طرح کے دیکھنے سے ایسا اثر ہوا کہ اُس وقت سب نے اُسکے ہاتھ پر توبہ کی اور لوٹ کا سارا مال اسباب فائدہ والوں کو پھیر دیا۔

دنیاسرا ہی

کہنے کو تو سب لوگ اس نیا کو سراہتے ہیں لیکن فل میں کوئی شاذ و نادر تو میری اس طرح کو سراہتا ہو گا یقین ہے کہ یہ ایک نقل جو بیان کی جاتی ہے اس کے پڑھنے سے سب کو اس نیا کے سراہنے پر کچھ شبہ نہیں باقی رہے گا چنانچہ وہ نقل یہ ہے کہ اتفاقاً کسی بادشاہ کے باغ کے اندر ایک مسافر ناواقف فقیر چلا آیا اور اپنی چھولی اور تونبا سند کے اوپر رکھ کر بادشاہی چھپرے پر مزے سے سو رہا جب بادشاہ وہاں آیا تو فقیر کو دیکھ کر نہایت غضبناک ہوا اور کہا کہ اسی طرح تو یہاں کس طرح گئے پایا اُس فقیر نے یہ سنکر جواب دیا کہ بابا اتنا کیوں گرم ہوتا ہی میں تو اس مکان کو سر سمجھا کہ ایک کونے میں بستر لگا کے بیٹھا ہوا ہوں بادشاہ یہ بات سنکر اور زیادہ غضب میں آیا اور بولا کہ ابے سر کسے کہتا ہی نہیں جانتا کہ یہ میرے رہنے کا محل ہے تب فقیر بولا کہ سُن بابا جب تو پیدا نہیں ہوا تھا تب یہاں کون ہوتا تھا بادشاہ نے کہا میرا باپ ہوتا تھا فقیر نے پوچھا تیرے باپ کے پہلے یہاں کون شخص ہوتا تھا بادشاہ نے کہا میرا دادا ہوتا تھا فقیر نے کہا تیرے دادا کے پہلے کون رہتا تھا بادشاہ بولا میرا پردادا ہوتا تھا اس نے

جب پادشاہ اپنی سات آٹھ پشت تک کا نام لگیا تو فقیر نے کہا کہ ای بابا جس گھر میں بستے
 آؤ گی وہ رہ کر چلے گئے وہ سرائیں ہی تو آؤ کیا ہی تو بھی اس طرح ایک وز جلا جائیگا پھر کس واسطے
 اس مکان کو اپنا بتاتا ہی پادشاہ کے دل پر اس کلام کا اثر ہوا اور کچھ دیکر فقیر کو نصحت کیا :

آگ کا بچاؤ

لوگ جو کہتے ہیں کہ فلانی جگہ آگ لگ گئی حقیقت میں اگر انسان غور کرے تو اپنی غفلت
 سے گھر بھڑک گئی ہی دیکھو جس طرح بیمار کی دقت و داکر نیکی نسبت بیماری کے پیشتر ہینر ناخوش
 ہی پٹیلو سے اسباب میں ہماری صلاح یہ ہے کہ سوئے وقت کبھی گھر میں چراغ کو جلتا چھوڑ دینا
 نہیں چاہیے اگر مکان میں روشنی رکھنا منظور ہو تو بتی کو ایسی جگہ رکھیں کہ جہاں کڑا لکڑی
 یا کوئی چیز جلنے والی اُسکے نزدیک نہ ہے جس گھر میں آتش دان ہو اُسکو بغیر صاف کیے تین
 سے زیادہ نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ آتش دان میں ہوا نہ ہو جاکر آگ
 لگنے سے بڑے بڑے مکان جل جاتے ہیں آتش دان کی آگ بجھانیکے واسطے آندر بھیکار ہوا
 کٹل یا قالین لگا دینا چاہیے اور کچھ پیسا ہوا تک بھی اُسکے اندر دینا لازم ہے :

اگر کسی کے کپڑے میں آگ لگ جائے تو چاہیے کہ اُسوقت ہوا اس ہو کر چاروں طرف پھیلنے
 نہ لگے کیونکہ دوڑنے میں ہوا لگنے سے آگ زیادہ بھڑک جاوے گی بلکہ مناسب ہے کہ اُسوقت کٹل یا
 قالین یا دھیری اور نڈا جو موجود ہو تو جھٹ پٹا اُسکو بدن میں خوب کسک لپیٹ لیوے اور جس حالت میں
 کہ کوئی چیز موجود ہو تو نہ کوئی مدد کر نیو الا نزدیک ہو تو اُسوقت وجہ ہے کہ بدن کے کپڑوں کو چھی
 طرح کسک کر اندھے اور زمین پر لوٹنے لگے اور خوب بدن کو گھستار ہے :

نکست

ناباپ کو چاہیے کہ اپنے لڑکے بالوں کی طبیعت چھوٹی ہی عمر سے اچھے کام کی طرف رجوع کریں۔ فصل ہو کہ ششظن پادشاہ دوم کا ہر ایک پروانہ پر جو کسی کا قصور معاف کر نیکی واسطے جاری کیا جاتا تھا اپنے لڑکے سے دیکھ کر داتا تھا اور جب کبھی کسی کو بچہ خیش اور انعام دینا منظور ہوتا تو اسی لڑکے کی زبان سے وہ حکم دلاتا تھا۔

غور کی دوا

غور انسان کے لیے سب عیوب سے بدتر ہی سمین فائدہ کسی صورت سے حاصل نہیں ہوتا اور نقصان ہرگز ہر اس حرکت سے لے کر نہیں توڑہ بھی خوشی حاصل نہیں ہوتی اور دوسروں کو نہایت رنج ہوتا ہی اس فعل سے غیر آدمی تو کبھی دوست نہیں ہوتا بلکہ دوست خود نفرت کرنے لگتا ہی غور وہ شے ہے کہ جو بہ نسبت آدرون کے خود اس شخص کو جو اسے اپنی چھاتی میں جگہ دیتا ہی زیادہ دکھ درد پہنچاتا ہی حقیقت میں یہ وہ عیب ہی کہ جس سے تمام ہنر چھپ جاتے ہیں پس ایسے مرض کا علاج کرنا ضرور چاہیے سب کو معلوم ہو کہ جسطرح تپن کا کام کھانسی پھوڑا کھنسی وغیرہ بدن کی بیماریاں ہو کر تپن اس طرح غور غصہ اور طبع وغیرہ دل کے مرض ہیں اور جس طور سے بدن کی بیماریوں کے لیے بہت سی دوا کھانے پینے کی مقرر ہوئی طرح دل کے مرضوں کے واسطے بہت سے نسخے سوچنے اور غور کر نیکی موجود ہیں چنانچہ ہم یہاں ایک نسخہ مغرور آدمی کو واسطے لکھتے ہیں جن لوگوں کے دل کو یہ مرض ہو وہ تین روز تک اس کو اچھی طرح سے غور کریں اور بدن کی صحبت سے پرہیز کریں اُمید ہے کہ خدا کے فضل سے سب سے بچے ہو جاویں گے۔

لشخ

کسی روز ایک شخص جب کا نام مرزا اکڑیگ تھا بازار میں چلا جاتا تھا لکڑی کی پتی اتنی
ترجمی سیجے ہوئے تھا کہ ایک آنکھ اسکی چھپ گئی تھی اینٹھہ اسکے بدن میں ایسی
کرار کا آٹا بھی کیا اینٹھیکہ بدن پر ہتھیا رتنے نہ سے ہوئے کہ تول میں اسکے بدن سے
بھی زیادہ بھاری ہو گئے ایک انیڈا کرکش پر سورنڈا طون کا سالابنا ہوا فرعون بیسا مان کی
صورت سے کبھی ڈر موندھے اور کبھی سہمان کی طرف دیکھتا ہوا بخون کے بل گن گن کر
قدم رکھتا چلا جاتا تھا اور گھمنڈ کے نشے میں آنکھیں بند کیے ہوئے پان چاتا چلا جاتا
پانوں کہیں کھتا تھا پڑا کہیں تھلے میں ایک غریب بوڑھا پانوں سے لنگڑا لٹھکیتا
ہوا اسلے سے چلا آتا تھا اتفاقاً کہیں اس اکڑیگ کا دھکا اس غریب کو لگ گیا اس اکڑیگ
نے رحم تو نہ کیا بلکہ اس خود تیوری چڑھ کے اس بڑھے کو گھر تک کہو لاکر بے تو نہیں جاتا
کہ میں کون ہوں یہ سنکر اس بیچارے نے ماتھے بازہ حکو عرض کیا کہ اسی حضرت میں آپ سے خوا
واقع ہوں یہاں تک کہ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کیلئے اور کیا ہو جاوینگے تب مرزا صاحب
اس بات کو سنکر گھبرائے اور نہایت تعجب کر کے بوسے کہ بھلا بتا تو سہی کہ تو میرا حال کیا جانتا
تب وہ بڑھا بولا کہ میں تیرا حال بیان کرتا ہوں تو پہلے ایک بوند روت کی تھا کہ جسکے نکل پڑنے
سے احتیاج نہ ملنے کی ہو جاتی ہو پھر تو اپنی ٹکے پیٹ سے اس لہو سے پلا کہ جو تمام غلوں کے
لو سے زیادہ ناپاک ہے اور اب تو پڑی گوشت اور چربی اور شہوک بلغم بہتا اور اس طرح کی سیکڑوں غلطی
چیزوں کا پتلا بنا ہوا ہے اور پھر تھوڑے دن میں گھل چمک کر خاک میں بجا ویگا اور تباہ چیل کو سے
اور گدہ گشتے تیرے اس ناپاک بدن کی بوٹی نوح کماویرن تو کچھ تعجب نہیں اور کھوپڑی سکی ٹھوکر

تے آویگی دیکھ داراد سکندر اور کیا کوس وغیرہ بڑے بڑے آدمی کو تو اس جہان نے باقی
نہیں چھوڑا پھر تو کس گنتی میں ہی کو تو تنہا گھیر ڈالو نہ رہ پڑھا جو

پتھر کا چھاپا

جاننا چاہیے کہ پتھر کے چھاپہ خانے کا ایجاد پہلے ہی پہل ۹۵ء اور ۹۶ء کے
درمیان بویریا کی ولایت کے اندر میمنہ شہر میں ہوا تھا ایک فرنگی جسکا نام ایلیوس سینفلڈ تھا
اسکو اپنی تصنیف کی ہوئی کتاب میں بھیلانے کے واسطے سیسے کے حرف میں چھپوانا
مقدور نہیں تھا کیونکہ اس میں سو پیہ بہت خرچ ہوتا ہی اسلئے اسے سوچے سوچے پتھر پر کتاب
چھاپنے کی ترکیب نکالی اور سچ میں اپنا مطلب حاصل کر لیا میمنہ سے اس علم نے الیابان
ملک میں جسکو انگریز لوگ جرمن کی ولایت کہتے ہیں واپس آیا اور پھر وہاں سے بڑھتا ہوتا
فرانسیس اور انگلستان میں آیا اور پھر اب تو سارے جہان میں جاری ہو گیا غرض یہی پتھر
کا چھاپا جو آج کل اس قدر کام دیتا ہے شہر کے بیشتر کسی نے اسکو جابین بھی نہیں دیکھا تھا
کینہہ کشی

نقل ہو کہ ایک فدا کسی شخص نے ایک آدمی کو تنگ کیا اور بتایا تھا اتفاقاً ایک مائے مین
اس آدمی کو بھی اختیار ہو اتو اسے اپنے دشمن سے اپنا کینہہ لینا چاہا چنانچہ ایک روز وہ آدمی اس
کام کے لیے اپنے باپ سے صلاح پوچھنے لگا کہ یہ کام انسان کا نہیں یا نہیں کہ جو کوئی جبینی
ہمارے ساتھ کوئے ہم بھی اپنا قابو پا کر اس سے بدلہ لیوں یہ نہ کہ اس کے بڑھے باپ نے جواب دیا
کہ ایسا یہ کام بیشک انسان کا ہی کہ دشمن سے دل میں کینہہ رکھے اور قابو پا کر اپنا عوض لیوے مگر
یہ بھی جاننا چاہیے کہ یہ کام فرشتوں کا ہی کہ قابو کے وقت تصور معاف کر دے اور کینہہ دل سے

نحال ڈالے اور بھلائی کرے غرض اُس آدمی کے دل پر اس کلام نے ایسا اثر کیا کہ اُس نے اپنے دشمن کا گناہ بخش دیا اور عرض مطلق نہیں بلایا پس حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اپنے دل میں کیونہ کرتا ہے وہ گویا اپنے زخم کو ہمیشہ روتازہ رہنے دیتا ہے *

بیوقوفوں کی نقلیں

ایک بیوقوف تیرنا سیکھنے کے واسطے دریا میں اترا اور پہلے ہی غوطے میں اُس نے تم کھائی کہ اب ہم جب تک تیرنا بخوبی نہ سیکھ لیں گے تب تک پانی نہ چھوئیں گے *

ایک بیوقوف اپنا گھر بیچنے کی واسطے مکان کی دیوار کا ایک پتھر نکال کر لوگوں کو نہ بھلاتا پھرتا تھا *

ایک احمق اس بات کو دریافت کرنے کے لیے کہ نیند میں میرا چہرہ کیسا معلوم ہوتا ہے ایک آئینہ منہ کے سامنے رکھ کر سو رہا *

ایک احمق نے اپنے دوست کو دیکھ کر کہا میں نے سنا تھا کہ اگر تم مر گے تو اس کے دوست نے جواب دیا کہ دیکھ لو میں تو ابھی جیتا ہوں اس پر وہ بیوقوف بولا کہ یہ بات ٹھیک ہے لیکن جس شخص سے میں نے خبر پائی ہے اس کی بات پختہ تمہاری بات کے زیادہ قابل اعتبار کے ہے *

ایک بیوقوف نے سنا کہ کوئی آدمی سو برس جیتا ہے اس بات کی آزمائش کی واسطے اُس نے ایک کوٹا پکڑ کر پچیس مین بند کر کے رکھ کر چھوڑا *

نقل ہے کہ تین شخص ایک احمق دوسرا گناہ تیسرا حجام تینوں ملکر سفر کو نکلے رات کے وقت پہرا بانٹ کر وہ آدمی تو سو رہا اور وہ حجام جاگتا رہا اُس نے پہرے پہرے بھجھا کر کام سے فانی رہنا چاہیے بیٹھے بیٹھے اُس بیوقوف کا سر جو غافل سو رہا تھا نوڈ والا بستر کے حجام نے اُس

نقل

بیوقوف کو پہرے کے لیے جگایا اور آپ سونا چاہا لیکن اس عرصے میں جو اس بیوقوف کا ہتھ
 کمین اپنے سر پر ڈالتا وہ حمام سے بڑی حجت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ تو نے میرے بدلے
 گنجے کو کسو اسے جگایا پہر تو میرا چاہیے تھا۔

خوشی

ایک آدمی ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ جس چیز سے جانوروں کو خوشی حاصل ہوتی ہے اسی چیز سے
 انسان کو بھی خوش رہنا لازم ہے جیسے کہ جانور کھانے پینے کو جو مباشرت سے خوش ہیں
 اسی طرح انسان کی خوشی کے لیے بھی وہ کافی ہیں اس آدمی کی یہ بات سن کر ایک ذرہ کسی استاد نے
 کیا کام کیا کہ ایک سو کرکٹ چڑیاں سے لگا کر مٹھی مسند پر بٹھا دیا اور اس آدمی کو کچڑ میں ڈال دیا اور
 کہا کہ اگر تمہارے نزدیک جانور اور آدمی کی خوشی کیساں ہی تو پس سو کرکٹ چڑیاں اور اس سو کرکٹ
 مسند پر خوش رہنا چاہیے تب تو اس بیوقوف کو خوشی کی قدر معلوم ہو گئی یہاں تک کہ وہ اس
 استاد سے پوچھنے لگا کہ اب ہر بانی کر کے آپ یہ بتلائیے کہ جانور اور آدمی کی خوشی کا فرق کیا ہے
 تب اس بزرگوار نے جواب دیا کہ سو بھائی خوشی انا خدا کے ہی اور جو اس نفس میں سے
 ہر ایک حس کی غذا یعنی خوشی جدا جدا ہے پس اگر سب خوشی تو انسان اور حیوان میں برابر ہیں
 لیکن جو عقل اور سمجھ خدا نے انسان کو عطا فرمائی وہ وقوف اور ہوش جانور کو نہیں دیا اس لیے
 انسان کو اپنی خوشی حاصل کر کے عقل و شعور کی غذا یعنی خوشی حاصل کرنا چاہیے اور
 اس کی خوشی پڑھنے لکھنے اور ہر طرح کے علم دیکھنے سے اور علم کا چرچا کرنے سے حاصل
 ہوتی ہے کیونکہ غذا ہر ایک کی وہی چیز ہی جس سے جو مازہ اور منہ اندازہ ہو پس ہر صورت اس
 دلیل سے ثابت ہوا کہ عقل کی طاقت علم ہی انسان کو علم حاصل کرنا چاہیے۔

گنہگار

گنہگار مثل اُس آدمی کے ہے جو اپنی کاہلی اور بیوقوفی سے کسی نئی مین بہتا چلا جاتا ہے اور کنارے لگنے کے لیے ذرہ بھی ہاتھ نہیں ہلاتا یہاں تک کہ وہ اُس نئی کے ہمارے پر پہنچ کر سمندر کی بڑی بڑی اونچی لہروں کو دیکھنے لگتا ہے تب تو گھبرا کر ہاتھ پیر چٹکتا ہے اور کنارے کی طرف جانا چاہتا ہے مگر اسوقت پانی کا توڑا سکو نہیں چھوڑتا اور سمندر میں جا ہی پڑتا ہے کیونکہ گنہگار عمر تو اپنی ساری کہاالت اور بیوقوفی سے بڑے کاموں میں کھوتا ہے اور جب موت کے دن نزدیک پہنچے ہیں تو پھر گھبراتا اور پھپھاتا ہے فقط

۱۰۰

3220 2 29/5/22

This book is due on the date last stamped. A fine of 1 anna will be charged for each day the book is kept over time.

--	--	--

